اللہ اکبر

دنیائے اسلام
اور
مسئلہ خلافت

از مولانا سید سلیمان ندوی صاحب

جس میں

مولانا نے یہ دکھلایا ہے کہ اس [illegible]ت دنیا کے تمام ملکوں کے مسلمان
خلافت کے لئے کیا کر رہے ہیں

منشی مشتاق احمد صاحب
ناظم قومی دار الاشاعت محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ

تحت ادارہ عبد القدیر
[illegible] عزیزی المطابع میرٹھ میں چھپ کر شائع ہوا

قیمت ۴؍

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیائے اسلام اور مسئلہ خلافت

مصریوں کی نسبت عام طور سے یہ مشہور کیا گیا ہے کہ ان میں مسئلہ خلافت کے ساتھ ہمدردی نہیں اور وہ صرف اپنی ملکی آزادی کا خواب دیکھتے ہیں یہ تمام تر غلط اور افترا ہے، ممکن ہے کہ چند ہندوستانی مسلمان مدعیان رہنمائی کی طرح مصر میں بھی مصری قوم پرست ہیں جنکی نگاہ وادی نیل کے حدود سے آگے نہیں بڑھتی، لیکن ان کی تعداد چند سے زیادہ نہیں، ورنہ مصر کے ایک کروڑ مسلمان بیک دل اور یک زبان جس راستہ پر چل رہے ہیں وہ ٹھیک وہی ہے جس پر ایک سال سے ہندوستان کے مسلمان چل رہے ہیں، مصری مسلمانوں نے ہر نازک اور خطرناک موقع پر خلافت اسلامیہ کی مدد کی ہے طرابلس اور بلقان کی جنگ میں انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ مسلمانان ہندوستان کے کارناموں سے کہیں زیادہ ہے لیکن اس جنگ کے بعد آخر تھک کر وہ اسی نتیجہ پر پہونچے ہیں جہاں گذشتہ دسمبر میں مسلمانان ہند پہونچے ہیں کہ ملک کی آزادی اور سوراج کے بغیر ہم خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی بقا و حفاظت کی خدمت انجام نہیں دے سکتے۔ یہ میرے قیاسات نہیں بلکہ مصر کے اصلی اور حقیقی رہنماؤں سے گھنٹوں مل کر اور ان کے خیالات سے واقف ہو کر کہہ رہا ہوں، مصری قوم پرست آج سے نہیں بلکہ تقریباً ۵۰ برس سے اپنی آزادی کے لئے کوشاں ہیں لیکن تعلیم یافتہ طبقہ کے سوا کاشتکاروں اور عام باشندگان میں وہ کوئی جوش پیدا نہ کر سکے جس طرح آج سے پہلے کانگریس اپنی چالیس برس کی مسلسل کوششوں میں وہ عام مسلمانوں کو ملک کی آزادی کی طرف مائل نہ کر سکی لیکن آج ہندوستان کے گاؤں گاؤں کے مسلمان کانگریس

کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ پس یہ اسباب عام مسلمانان ہند میں ملکی آزادی کی تحریک کے باعث ہیں بعینہٖ یہی عام مصری مسلمانوں کی سیاسی بیداری اور خواہش آزادی کے ہیں۔ آج جو خیالات فرنگی محل، دیوبند اور ندوہ کے علماء کو موجودہ تحریک میں شرکت کی دعوت دے رہے ہیں وہی ازہر کے علماء میں جنبش پیدا کر رہے ہیں۔

آپ کو شاید معلوم ہو کہ مصر میں بھی بیرونی حکومت کی طرف سے یہ کوشش کی گئی تھی کہ مصر کی جامع مسجدوں میں سلطان المعظم کے بجائے خدیو مصر کا خطبہ پڑھا جاوے مگر جب عام مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا تو نمازیوں کی پُر امن حلقوں میں وہ برہمی پیدا ہوئی کہ یہ کوشش آئندہ کے لئے نظر انداز کی گئی اور اب جس قدر دشمنان اسلام اس رشتہ کو توڑنے کے لئے کوشش کرتی ہیں اسی قدر یہ اور زیادہ استواری اور استحکام حاصل کرتا جاتا ہے ہمارے قیام یورپ کے زمانہ میں جب زغلول پاشا کی زیر قیادت مصری وفد لندن آیا تو وہاں کے ایک اخبار کے مضمون نگار نے پاشائے موصوف کے متعلق یہ خبر شائع کی کہ انہوں نے اس سے اعتراف کیا کہ ان کو خلافت کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اس خبر کو پڑھ کر مجھے فوراً معلوم ہو گیا کہ پاشائے موصوف کا اصل منشار کیا ہے میں نے یہ سمجھا کہ پاشا کا مطلب یہ ہے کہ اس موجودہ مصری وفد کے مباحث میں مسئلہ خلافت داخل نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ مصر کو مسئلہ خلافت سے کوئی تعلق نہیں یا وہ سلطان کی خلافت سے منکر ہے ہمارے وفد نے لنڈن، پیرس، سوئٹزرلینڈ اور روم میں اکابر مصر سے ملاقاتیں کی ہیں اور ان سے گفتگوئیں کی ہیں اور ان کے خیالات سے پوری واقفیت ہے، اور یہ معلوم ہے کہ آج مصر کے سیاسی خرمن میں جو آگ سلگ رہی ہے اس کے لئے گندھک کی دیا سلائی کہاں سے بہم پہنچی ہے۔

مصری اپنے کو برطانیہ کا ماتحت نہیں سمجھتے بلکہ ہر مصری بچہ اپنے لئے برطانیہ کی رعایا یا ماتحت کہلانا عار سمجھتا ہے مجھے معلوم ہے کہ انگلستان کے چند مصری طالب علموں کے ساتھ برٹش سبجکٹ کا لفظ لکھا گیا۔ تو انہوں نے دلیری اور جرات کے ساتھ اس معزز خطاب کو واپس کر دیا، لیکن

بایں ہمہ مصریوں نے اس مسئلہ خلافت کی خاطر کسی قدر اپنی خودداری کو بھی صدمہ پہنچایا چنانچہ اپریل سنہ ۱۹۲۰ء میں مسلمانانِ مصر کی طرف سے شریعی پاشا نے مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم برطانیہ کے نام حسب ذیل تار روانہ کیا۔

”دیانتِ اسلام کی مذہبی احساسات کا احترام برطانیہ عظمیٰ کے فرائض میں داخل ہے اس بنا پر جب کہ دنیا میں مسلمانوں کے قلوب خلافت عظمیٰ کی اس منحوس تقسیم کے تخوف سے لرز رہے ہیں، ہم آپ کو ”اصول انصاف“ کے نام پر سلطنت عثمانیہ کی حفاظت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ منت پذیری اسلام کے خصوصیات میں داخل ہے اس لئے ہم جس طرح مسلمانان ہند کی کوششوں کے ممنون ہیں۔ آپ کی کوششوں کا بھی (جو خلافت کی مداخلت کے سلسلہ میں ظاہر ہوتی ہیں) شکریہ ادا کرتے ہیں، ہماری امیدیں تمام تر آپ سے وابستہ ہیں، اور ہم کو کامیابی کا پورا یقین ہے۔

ہمارے وزیر اعظم نے جو جواب دیا وہ بھی سننے کے لائق ہے۔

”آپ کا تار جو خلافت اسلامیہ کی محافظت پر مشتمل تھا مسٹر لائڈ جارج نے دیکھا، اور وہ اس موضوع پر پورے طور پر غور کریں گے“

(المؤید ۳ مئی سنہ ۱۹۲۰ء)

مصری اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس سوال و جواب و وعدۂ غور و فکر و ہمدردی یورپ کی ڈکشنری میں بے معنی الفاظ ہیں۔ اب وہ ہماری طرح اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر ہم خلافت اسلامیہ کی بقا، مقامات مقدسہ کی حرمت، اور اسلام کی آزادی کے لئے مضطر و بیقرار ہیں تو سب سے پہلے اس وادی نیل کو آزاد کرانا چاہئے جہاں سے فرعونیت کا سرچشمہ اُبلتا ہے، جہاں سے اس منحوس و مشوم جنگ کے لئے لاکھوں مزدور اور سپاہی شام اور حجاز کے میدان جنگ میں بھیجے گئے۔

اس خوفناک جنگ کے عہد میں جب کہ قانون اور سلطنت کے نام سے ہر قسم کا ناجائز عمل حکام کی نظر میں جواز کی سند حاصل کر لیتا تھا صاحب ایمان مصری مسلمانوں نے حجاز و

شام میں جو مخلصانہ اور سرفروشانہ کام جہاد فی سبیل اللہ میں انجام دے رہے ہیں، اس کی ناکامی کی بنا پر شاید ہم ہندوستانی اس قدر و قیمت کے لگانے میں غلطی کر رہے ہیں۔

عراق اور خلافت

جزیرۂ عرب کے صوبوں میں سے عراق کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خلافت اسلامیہ کے تقدس کا منکر ہے۔ ہم اپنے ثبوت میں عراقی بھائیوں کی ان خون آشام تلواروں کو نہیں پیش کرتے جو دجلہ و فرات کے دوآبہ میں ہم کو جکڑدار طاقت کے خلاف چمکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بلکہ اخبار الزہور بغداد کے حوالہ سے۔

شیخ محمد حبیب معلم مکتب سلطانی کی ایک موثر تقریر نقل کرتے ہیں جو انہوں نے ایک جلسہ میں کی۔ شیخ مذکور گھبرا کر دائیں بائیں افغانستان اور ایران کے مسلمانوں کی طرف دیکھتا ہے اور ان کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ہم پر آج اتحاد اسلامی کی رعایت ضروری ہے؟ افغانی۔ ایرانی۔ عربی اور ترکی میں کیا فرق ہے؟ سب خدا پر ایمان اور اسلام پر یقین رکھتے ہیں، ہم کو ان ملکوں کے علماء اور فضلا سے توقع ہے کہ وہ اس بلند مقصد کی طرف توجہ فرمائیں گے، اور اخبارات کے ذریعہ سے اس کی اشاعت کریں گے، کیا مذہب ملت و مروت کا یہی اقتضا ہے کہ "خلافت اسلامیہ" دیگر اسلامی حکومتوں اور اسلامی قوموں کے موجود ہوتے ہوئے ان کی آنکھوں کے سامنے برباد ہو جائے اور وہ خلافت کی؛ بلکہ مذہب کی اعانت سے غافل رہیں؟ ہر مسلمان کا خواہ وہ کتنی ہی دور و دراز ملک کا باشندہ ہو، یہ فرض ہے کہ وہ اس عثمانی سلطنت اسلامیہ کو اپنی سلطنت سمجھے، اور گورنمنٹ برطانیہ کے خلاف جان و مال سے کوشش کرے، آج ٹیونس، الجزائر، ہندوستان اور مصر کے مسلمانوں کو سلطنت عثمانیہ ہی پر فخر ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں ایک طاقت ور ہمارا سلطان موجود ہے اور وہ خلیفۃ المسلمین ہے"۔

۱۷ مئی سنہ ۱۹۲۰ء (منقول از الزہور بغداد) الوزیر تونس

شام اور خلافت

شام کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ترکوں کی حکومت اور سلطان کی خلافت کا منکر ہے۔ اور اپنی موجودہ آزادی نام غلامی پر نہایت شاد اور مسرور ہے، لیکن شام کے بدوں کی غیر مرتب جنگ اور تعلیم یافتہ جماعتوں کی مخفی انجمنوں کے علاوہ ہم کو اخبارات کے کالموں میں علی الاعلان یہ خبر نظر آتی ہے۔

تصویر افکار ۲ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء راوی ہے کہ اخبار الحقیقت بیروت لکھتا ہے کہ حاکم انتظامی کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ خطبہ میں امیر المومنین (سلطان ترکی کا نام پڑھا جاتے اور شریف حسین کا نام نہ لیا جاتے۔ تمام مسجدوں کے خطیبوں کو اس کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ بیروت فی الحقیقت مورخہ ۲۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۷ھ میں ایک پرجوش مقالہ افتتاحیہ بعنوان النشرات مذہب الاتحاد و مصیبتوں کے وقت باہمی عداوتیں دور ہو جاتی ہیں کے عنوان سے شائع ہوا ہے اوس میں علانیہ ترک و عرب اتحاد کی دعوت ہے اور خلافت اسلامیہ کے زیر سایہ دوبارہ اسلامی شیرازہ بندی کا اعلان ہے۔

شمالی افریقہ

شمالی افریقہ یعنی تونس اور الجزائر کے مسلمانوں نے ان واقعات سے جس حد تک عمیق تاثر پیدا کیا ہے۔ اس کا حال علاوہ ان زبانی پیاموں کے جو تونسی بھائیوں کی طرف سے انہیں کے نمائندوں کے ذریعہ وفد خلافت یورپ کو بار بار پہنچتے رہے، ان کے اخبارات کی زبان سے بھی نہایت واضح طریقہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ الصواب، الوزیر اور المنیر یہاں کے مشہور عربی اخبارات ہیں۔ ان اخبارات کے اکثر نمبر ہم کو یورپ میں ملتے رہتے ہیں اور بعض اب تک میرے پاس آتے ہیں ان اخبارات کا ہندوستان کی طرح شاید ہی کوئی نمبر ان دردناک حوادث اور یورپ کے غیر منصفانہ سلوک کے ذکر سے خالی ہوگا، ہمیشہ ان میں خلافت اسلامیہ اور مقامات مقدسہ کی بقا و حرمت کے متعلق پرجوش اور ولولہ انگیز

مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ وفد خلافت کے کارنامے۔ ہندوستان کی اسلامی تحریکات امیر افغانستان کی غیرت مند تقریریں یہ تمام تر امور ان اسلامی ممالک کے عربی اخبارات میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

۱۰ مارچ ۱۹۲۰ء میں مسلمانان تونس کا عظیم الشان جلسہ مسئلہ خلافت و مقامات مقدسہ کے متعلق احتجاج کے لئے جمع ہوا۔ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ پولیس نے ان مظاہروں کے روکنے کے لئے پوری کوشش کی۔ جلسہ کے اعلانات اٹھاکر پھینکدئے گئے۔ لیکن با ایں ہمہ یہ سنکر حیرت ہوگی کہ بغیر ظاہری طلب و اعلان کے ظہر کے وقت تونس کی سب سے قدیم مسجد اور یونیورسٹی جامع زیتون میں شیخ صادق مدرس جامع زیتون کی سرکردگی میں ہزاروں مسلمانوں کا مجمع یکجا ہوگیا جس میں ۳۰۰ مدرسوں کے طلبہ بھی شامل تھے پر جوش تقریروں کے بعد یہ مجمع فرانسیسی والی ہوشن کے مکان پر گیا والی نے ان سے وعدہ کیا کہ ان کے مذہبی جذبات کا صلح کانفرنس میں لحاظ کیا جائے گا۔ اس کے بعد حسب ذیل تار ملران وزیر اعظم فرانس کے نام سان ریمو بھیجا گیا۔

۱۳۔ اپریل ۱۹۲۰ء

"اسلام دوست فرانس کے ساتھ مخلص تونسی قوم کی طرف نائب ہوکر ہم یہ چاہتے ہیں کہ عثمانی قوم کے ساتھ عمدگی اور خوبی کا برتاؤ کیا جائے۔ اس کے ساتھ فرانس کی دوستی اس کی حرمت کی محافظ ہوگی اور یقین کیجئے کہ تمام دنیائے اسلام آپ کے اس احسان کی ممنون ہوگی۔"

المنیر ۴ ذوالحجہ ۱۳۳۸ھ

شمالی افریقہ کے مسلمانوں میں اس تحریک نے جس حد تک گہرا اثر کیا، اور جس زور شور سے سواحل بحر متوسط کے اس کنارہ سے اس کنارے تک یہ پھیلا ہوا ہے۔ اس کا اندازہ فرانس کے اخبار کے لئے کلیر کے حسب ذیل اقتباس سے ہو گا۔ یہ اقتباس پڑھو اخبار الصواب نے ۱۱ جون ۱۹۲۰ء کے پرچہ میں اس عنوان سے شائع کیا ہے "تقاضائے خلافت کیلئے تونس کے مظاہرہ کی آواز بازگشت" فرنچ مضمون نگار موسیو پیری لکھتا ہے۔

> "وہ مظاہرے جو تونس میں بلکہ مراکش تک میں ہو رہے ہیں ان کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ فرانس کا وزیر اعظم مسئلہ ٹرکی میں لائڈ جارج کے احمقانہ پالیسی کی ناعاقبت اندیشانہ تقلید سے آیندہ باز رہے۔ علاوہ ازیں کوئی وجہ نہیں ہے کہ فرانسیسی فوج مشرق میں موجود رہے کیونکہ فرانس کی قدرت سے یہ باہر ہے کہ اس سے وہ کوئی قابل ذکر فائدہ حاصل کرے۔"

ان تحریکات اور مظاہروں کے ساتھ ہندوستان کی طرح ایک جوابی تحریک تونس اور الجیریا کی خود مختاری کی صورت میں ایک سال سے ظہور پذیر ہے جس نے تمام ملک کو مطالبہ آزادی و استقلال میں متحد کر دیا ہے اور دو تونس کے اکابر کے وفود پیرس میں جا کر ارکان جمہوریہ فرانس سے گفتگو کر چکے ہیں اگرچہ انگلستان کی طرح فرانس نے بھی تشدد کی سیاست اختیار کر کے ملک کی حرکت و جنبش میں اور زیادہ سختی برپا کر دی ہے شیخ ثعالبی جو ان تحریکوں کے بانی تھے وہ گرفتار کر لئے گئے۔ لیکن اس گرفتاری نے آگ پر پانی ڈالنے کے بجائے تیل ڈال دیا ہے اور ملک میں افسردگی اور مایوسی کے جذبہ کے بجائے استقلال تحمل اور پائیداری پیدا کر دی ہے اور ۴ شوال ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۔ جون ۱۹۲۰ء میں بائے تونس کے سامنے ان کے وفد نے حاضر ہو کر ملک کے استقلال و آزادی کا اعلان کر دیا ہے۔

الجیرین سپاہی کہتے ہیں کہ ہم کو دھوکا دے کر میدان جنگ میں لایا گیا اور ہم کو نہیں بتایا گیا کہ ہم کس کے مقابلے میں لائے جا رہے ہیں۔ حجاز میں فرانس کی طرف سے جو جزائری سپاہی لائے گئے تھے ان کو یہ بتایا گیا تھا کہ "تمہارے مقامات مقدسہ پر کافروں نے قبضہ کر لیا ہے تم جلد ان کو چھڑاؤ" اور اس کے ساتھ اس قدر احتیاط کی جاتی ہے کہ اجازت نہ تھی کہ کوئی جزائری کسی دوسرے مسلمان سے مل سکے اور نہ کسی دوسرے ملک کو ان سے ملنے کی اجازت تھی لیکن جب اس شیطنت کا پردہ چاک ہوا اور انہیں معلوم ہوا کہ ہم نے گذشتہ جنگ میں دشمنوں پر جو تلواریں چلائی تھیں ان کے واروں نے خود ہمارے ہی سینہ و بازو کو زخمی کیا ہے تو ان میں ندامت کے غصے کی لہر دوڑ گئی۔ اور

شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ اس نے الجزائر میں چند مہینے ہوئے کہ ایک فوجی بغاوت کی صورت اختیار کر لی جو بمشکل فرو ہو سکی۔

شمالی افریقہ

فرانس ترکی کے معاملہ میں جو دوستانہ اور ہمدردانہ روش اختیار کرتا رہا ہے وہ مسلمانان افریقہ کی انہیں کوششوں کے نتائج ہیں جیسا کہ فرانس کے مدبرین سیاست نے وفد خلافت کی ملاقاتوں میں اکثر ظاہر کیا ہے۔

آخر میں ان ممالک کے مسلمانوں کے خیالات کا اندازہ کرنے کے لئے اخبار المنیر ٹیونس کا حسب ذیل اقتباس پیش کیا جاتا ہے جو اخبار مذکور میں شرائط پر دستخط ہونے کے زمانہ میں شائع ہوا تھا۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ صلح ہونے کے بعد اس (خلافت کی کوشش) کا کیا نتیجہ ہوگا؟ لیکن جواب یہ ہے کہ یہ بالکل ناتمام صلح ہی کیا۔ ۱۰ اگست کو پیرس میں توفیق پاشا نامی ایک ترک نے آکر کاغذ کے ایک ٹکڑے پر سلطان المعظم، خود ترک قوم، اور مذہب اسلام کے خلاف جو دستخط کر دئے وہ حقیقت میں ناتمام ہو سکتی ہے۔

سلطان المعظم نے مجبوراً ان تباہ کن شرائط کے سامنے سر جھکایا ہے۔ انگریزوں نے ان کو قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینے کی دھمکی دی تھی، مجلس شاہی کے ممبر جس وقت شرائط صلح پر دستخط کرنے کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے تو اعلیحضرت نے فرداً فرداً ہر ایک سے کہا کہ دستخط کرنے سے پہلے اسلام کی صیانت و حفاظت کا خیال رکھو" اور جب دستخط کا وقت آیا اور سب نے دستخط کا مشورہ دیا تو متحسرانہ لہجہ میں فرمایا اور افسوس مجھ میں ذرہ بھر بھی طاقت نہیں، طاقت صرف خدا میں ہے، ایک ایسی صلح جس پر ترکوں کی قوم، سلطان المعظم، اور تمام دنیائے اسلام راضی نہیں، صلح نہیں کہی جا سکتی؟ اس بنا پر ہم کو یقین ہے کہ جب انگریزوں کی آتش تعصب سرد پڑ جائے گی تو ان پر دوبارہ غور کیا جائے گا، اور ہم کو یقین ہے کہ فرانس اور اٹلی ہمارا ساتھ دیں گے۔

ایک ایسی صلح جس میں ترکوں کی دنیاوی عظمت کے ساتھ ساتھ دین اسلام کا بھی خاتمہ ہے

ہرگز صلح کے تعقب سے ملقب نہیں ہو سکتی اور اگر آج وہ نافذ ہو گئی تو کل یقیناً اس پر غور کرنا ہوگا پھر وہ کونسی صلح ہے جو فرانس کے لئے زیادہ مناسب تھی اور جس پر اس کو چاہیے تھا کہ اس خلافت عظمی کے ساتھ صلح کرنے میں (جو تمام عالم اسلامی کا مرکز ہے) اپنے حلیفوں کو اپنا ہمرائے بناتا، یہ حق گوئی ارباب سیاست کو معلوم ہے۔

کیا ٹرکی کی آزادی ہرامتہ ضروری نہیں؟ کیا عرب کے صوبوں پر (جو خود خلافت کے معترف ہیں) خلافت کا کچھ حق نہیں؟ کیا بلاد مقدسہ اسلامیہ حرمین شریفین اور بیت المقدس خلیفہ اعظم کے ماتحت رہنے میں تین کروڑ مسلمانوں میں سے کسی کا اختلاف؟ کیا اور یانوپل کی حفاظت (جو قدیم پایۂ تخت اور ترکوں کے آباء و اجداد کا مدفن) لازم نہیں؟ کیا سمرنا ایشیائی ترک کا ایک حصہ اور اس جسم کا ایک ٹکڑا نہیں؟ جو اٹلی اور یونان سے بالکل علیحدہ ہے۔

المنیر قولن ۱۹؍ اگست ۱۹۲۰ء

غور کرو ان چند سطروں میں کیا بعینہ وہی جذبہ اور وہی مطالبہ موجود نہیں ہے جس کو مسلمانان ہند سالہاسال سے چلا چلا کر کہہ رہے ہیں اور کیا اب بھی یہ کہا جائیگا کہ یہ صرف چند پرجوش ہندوستانی مسلمانوں کے باغیانہ خیالات ہیں جن کو عالمگیر مذہبی صدائے احساس کے نام سے پکارا جاتا ہے؟ یہ بھی دیکھ لو کہ شرائط صلح کی ترمیم کی جو محققانہ پیشنگوئی ۱۹ اگست ۱۹۲۰ء میں اخبار مذکور نے کی تھی وہ کیا جون ۱۹۲۱ء میں پوری نہیں ہوئی۔

موسیو جین لیلیا جو حکومت الجزائر کی سلطنت کا پہلا رکن تھا فرانسیسی اخبار ’’سلے اور‘‘ کے ایک مضمون میں ظاہر کرتا ہے کہ ترکوں کے ساتھ بے انصافی کا برتاؤ کروڑوں مسلمان رعایا کے مذہبی جذبات کو زخمی کرے گا اور وہ اپنے ثبوت میں وہ متعدد کاغذات اور خصوصاً شیوخ اور امراء کی ان تحریروں کا اور الجیریا کے کمشنر پولیس کی ان خفیہ یادداشتوں کا حوالہ دیتا ہے جن میں ان ممالک کے مسلمانوں کے جذبات کی رپورٹ کی گئی تھی، اس نے موسیو ملران کو جو اس وقت وزیر جنگ تھے ان ملکوں کے سپاہیوں کے مسلمان افسروں

نے جو جواب دیا تھا وہ بھی نقل کیا ہے کہ انہوں نے علی الاعلان یہ کہا کہ ہمارے سپاہی ہر دشمن کے مقابلہ میں اپنے رویہ کو مستقل رکھیں گے۔ لیکن کسی مسلمان کے مقابلہ میں وہ کبھی تلوار نہیں اٹھائیں گے۔" مسلم اوٹ لک ۲۹- جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

طرابلس

فرانس کے ساتھ اس سے ملحق وہ چھوٹا سا قطعۂ ارض ہے جس نے سنہ ۱۹۰۸ء میں اپنے خون کی چھینٹوں سے تمام دنیائے اسلام کو سب سے پہلے بیدار کر دیا تھا، میرا مقصود بہادر طرابلس الغرب ہے جس نے اپنی عزت، اپنی ناچاری اپنی قلت تعداد کے باوجود دنیائے اسلام کی عزت کو بدنام نہیں کیا، اور اس وقت سے آج تک کامیابی کے ساتھ اٹلی کی تمام حوصلہ مندیوں کا بہادرانہ مقابلہ کر رہا ہے اور آخر میں اس نے اپنی آزادی خود اس قوم سے منوالی جو اس پر حکمرانی کے حوصلے رکھتی تھی چنانچہ ساحلی مقامات کے علاوہ بقیہ ملک اب تک آزاد ہے اور آخر اٹلی کی باہمی مصالحت سے ایک مجلس ارکان کے ماتحت جس میں دو اٹالین اور طرابلسی عرب ارکن ہیں اور شیخ سنوسی، اس مجلس کے صدر اس ملک کی حکومت سپرد کر دی گئی، ستمبر سنہ ۱۹۲۰ء میں جب ہمارا وفد روم میں تھا، ہم نے اپنے ان طرابلسی بھائیوں سے ملاقاتیں کیں جو اس صلح کے شرائط طے کرنے کے لئے روم آئے ہوئے تھے، شیخ خالد طرابلسی رئیس وفد نے ہم سے بیان کیا کہ مسئلہ خلافت و مقامات مقدسہ نے طرابلس میں بڑا ہیجان برپا کر دیا ہے ایک عظیم الشان جلسہ طرابلس میں مجتمع ہوا تھا۔ اس نے اٹلی کے وزیر اعظم کے نام تار دیا کہ ترکی کے ساتھ صلح کرنے میں ہمارے جذبات دینی کا لحاظ رکھا جائے، شیخ مذکور بیان کرتے تھے، کہ طرابلسی عربوں کا غم و غصہ اس معاملہ میں یہاں تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اگر فرانس نے اس معاملہ میں نہ کوئی شرارت کی تو ہم تونس پر حملہ کرنے کو تیار ہیں۔ اٹلی جو اس حد تک اس معاملہ میں دولت عثمانیہ کی ہوا خواہی کا اظہار کر رہا ہے، وہ صرف جیسا کہ ہمارے طرابلسی بھائی کہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ خیال ہے کہ طرابلس کے مسلمان ہم سے آزردہ نہ ہونے پائیں

شاید آپ لوگ شیخ سلیمان بارونی سے واقف ہوں یہ وہ طرابلسی شیخ ہیں جو اٹلی اور دولت عثمانیہ کی صلح کے بعد طرابلس کی خود مختار آزادی کے بعد حکومت طرابلس کے سب سے پہلے رئیس منتخب ہوئے، شیخ مذکور نے ایک پُر زور رسالہ خلافت اسلامیہ کی حمایت بہ اٹالین میں چھاپ کر شائع کیا ہے اس کے بعد ۵۔ شوال ۱۳۳۸ھ کو پیرس کے رئیس مجلس اعلیٰ کے نام حسب ذیل برقی اعلان بھیجا۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں پوری ناراضی اور حقارت کے ساتھ اس معاہدہ صلح کو روانہ کرتا ہوں جو خلیفۃ المسلمین کی گورنمنٹ کے ساتھ ہو رہا ہے، کیونکہ یہ معاہدۂ صلح اسلام کی ہلاکت و بربادی کا پیغام ہے۔ المنیر ۵۔ اگست ۱۹۲۰ء

ارٹیریا

اس سے پہلے کہ ہم افریقہ کی سرزمین کو چھوڑیں اس بر اعظم کی دوسری سمتوں کے مسلمانوں کی جذبات کا بیان کر دینا ضروری ہے، ابی سینا کے قدیم عیسائی ملک میں آپ کو معلوم ہے کہ کس طرح ایک مسلمان ابی سینین تخت نشین ہو گیا تھا اور اس نے ترک افسروں کے ماتحت خلافت اسلامیہ کی حمایت میں اتحادیوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی، اور دوسرے حبشی مسلمانوں نے اس کا ساتھ دیا، افسوس کہ اتحادیوں کی اندرونی سازشوں نے اس کو ناکام رکھا۔

ابی سینیا سے ملحق ارٹیریا کا اطالی مقبوضہ ہے، جہاں حبشی مسلمان آباد ہیں، مصوع اس ملک کا جہازی بندرگاہ ہے، چونکہ ہمارا وفدِ خلافت اطالی جہاز پر سفر کر رہا تھا اس لئے آتے جاتے دونوں وقت ہم نے اس سرزمین کی زیارت کی جاتے ہوئے جب ہم اس سرزمین پر اترے اور مغرب کی نماز ایک مسجد میں ادا کی اور لوگوں نے متجسسانہ نظروں سے ہماری طرف دیکھا اور ہم نے اپنے سفر کے اغراض و مقاصد ان کو بتائے، تو جس طرح انہوں نے ہماری کامیابیوں کے لئے ہاتھ اٹھائے خلیفۃ الاسلام سلطان المعظم کے لئے دعائے فتح و نصرت کی، اور ہمارے ہاتھوں کو اظہار عقیدت مندی کے لئے بوسہ دیا اور شریف مکہ کے فعل پر لعنت بھیجی اور ان سے کے

کالے کالے چہروں کے ساتھ ان کے سینوں میں جو نور کے بنے ہوئے باطنی دل تھے اس نے ہمارے امیر وفد کی آنکھوں کو دیر تک اشک آلود رکھا۔

واپسی میں جب ہم نے پھر اس بندرگاہ میں قدم رکھا اور انہیں معلوم ہوا کہ تمام یوروپین سلطنتوں میں سب سے زیادہ ان کی سلطنت نے وفد خلافت کے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا اور وفد خلافت کے مقاصد کو سب سے زیادہ تسلیم کیا تو انہوں نے اٹلی کے ان احسانات کے لئے جو ان کے ہندی بھائیوں کے ساتھ کیا گیا تھا شکریہ کا تار بھیجا مغرب کے بعد جامع مسجد میں ہم نے ان کی طرف سے ان اغراض کے لئے جن کے لئے آج ہم یہاں جمع ہیں انہوں نے جلسہ کیا؟۔

مشرقی و جنوبی افریقہ

لندن۔ اسلامک انفارمیشن بیورو کے دفتر میں جنوبی افریقہ سے مسئلۂ خلافت کی تائید میں متعدد تحریریں موصول ہوئیں اور چندہ بھی آیا۔ مشرقی افریقہ کے مسلمانوں کی طرف سے وفد خلافت کے نام یہ پیام موصول ہوا تھا کہ وفد کے تمام مطالبات کی ہم بدل تائید کریں گے۔

روس

حضرات! افریقہ کے کالے کالے بھائیوں کے حالات سننے کے بعد سرزمین یورپ میں جو آپ کے سرخ و سپید بھائی آباد ہیں کچھ ان کی کوششوں کا بھی حال سنئے۔

روس اتحادیہ ثلاثہ کا سب سے بڑا رکن تھا اس میں یوروپین مقبوضات اور سائبیریا میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں۔ اس جنگ کے ایام میں ان کی کشمکشوں کی داستان بھی سننے کے لائق ہے کہ وہ کیونکر اپنے خلیفۃ المسلمین کے خلاف جنگ پر آمادہ کئے جا سکے اور مسئلہ خلافت نے اُن کو کس حد تک فکرمند بنا رکھا ہے۔

صدری مقصود آف جو پیرس میں مسلمانان یوروپین روس و سائبیریا کی طرف سے نائب ہو کر آئے تھے اور ان ممالک کے مسلمانوں کے قومی کونسل کے صدر تھے۔ انہوں نے بحیثیت قائم مقام مسلمانان روس صلح کانفرنس کے نام جو یادداشت بھیجی تھی۔ اس کا کچھ اقتباس میں آپ

کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

میں بحیثیت صدر وفد و صدر قومی کونسل مسلمانان یورپ روس و سائبیریا (مقامات والگا۔ کاما۔ سائبیریا۔ قازان۔ استراخان۔ اورنبرگ۔ اوفا۔ پرم۔ خیلاجنک اور ماسک اور کولشک) اس بات کی جرأت کرتا ہوں کہ سپریم کونسل و انجمن صلح کل کی خدمت میں اس اپیل کو پیش کروں۔

یہ میرا عزت افزا فرض ہے کہ میں اُس اپیل میں ترکی صلح کے بارے میں ان مسلمانوں کے خیالات کا اظہار کروں جن کا کہ میں نمائندہ ہوں۔

سلطان روم و قسطنطنیہ کی قسمت کے فیصلہ کے بارے میں جو میں آپ سے عرض کروں گا وہ نہ صرف بیان و ترجمان ہوگا مسلمانان یوروپین۔ روس و سائبیریا کے خیالات اور احساسات کا بلکہ یہ کہ ان مسلمانوں نے ہمارے وفد کو خاص طور پر اس فرض کی ادائیگی کی تاکید کی ہے۔ کہ اُن خیالات اور ان احساسات سے انجمن صلح کو مطلع کریں۔ مگر قبل اس کے کہ مذکورہ بالا مسلمانوں کے خیالات کو بیان کروں میں مجبور ہوں۔ کہ ان کے دلی جذبات اور طبعی رجحان اور ان امیدوں کو بیان کروں جو ان کے دلوں میں دوران جنگ میں مسلمانان روس ہمیشہ سے سلطنت روس کے ساتھ وفاداری کی وجہ سے ممتاز رہے ہیں۔ گذشتہ جنگ میں مسلمان بھی تھے۔ جو روسی فوج کے بہترین سپاہی تھے ۱۹۱۴ء میں جب جرمنی نے روس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تو یہ بات مسلمانوں میں اور متعصب عیسائیوں میں بہت مقبول ہوئی۔ اسلامی صوبوں میں بھرتی نہ صرف باقاعدگی کے ساتھ بلکہ جوش کے ساتھ ہوتی رہی۔ مسلمانوں کے نمائندے جو دوگا میں روسی شاہی کونسل میں مسلمانوں کی طرف سے ممبر تھے۔ ان کو مسلمانوں کو جنگ کے لئے اپنے اثر ڈالنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر جب بدقسمتی سے ترکی کو جنگ میں مجبوری شریک ہونا پڑا اس وقت مسلمانان روس کو ایک زبردست روحانی صدمہ پہنچا۔ کیوں؟

اس لئے کہ سلطان روم مسلمانوں کا مذہبی سردار مانا جاتا ہے۔ مسلمان جرمنی کے خلاف لڑنے پر راضی تھے۔ مگر سلطان اور خلیفہ کے خلاف نہیں تھے؛

وہ خدا کے سامنے کیا جواب دیتے۔ وہ مسلمانوں کے لئے ضمیر کا سوال تھا۔ ایک یوروپین کے لئے خصوصاً ایسے یوروپین کے لئے جو مذہبی خیالات سے بالکل علیحدہ ہو۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔ کہ کس طرح مذہبی خیالات کو ایک وطنی اپنے ملک کی خدمت کے ساتھ ساتھ کرسکتا ہے۔ اور جب ان دونوں میں مقابلہ ہو تو کس طرح وہ ایک کے اختیار کرنے میں تذبذب کرسکتا ہے۔ مگر مسلمانوں کے دل کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ مذہبی احساس اور نیز خلیفہ کے ساتھ محبت روسی مسلمانوں میں بہت قوی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسی قسم کا جذبہ ہر ایک اسلامی ملک میں موجود ہے۔ ڈوما کے اسلامی ارکان نے مسلمانوں میں جو لڑائی کے خلاف خیالات رائج تھے۔ ان پر غالب آنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔

لیڈروں نے اور دیگر لوگوں نے عامۃ المسلمین سے کیا کہا؟ کس طرح انہوں نے ایمان والوں کو خلیفہ کی رعایا کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا؟ مختصر سچ کہتے ہے۔

انہوں نے کہا کہ ترکی کو جرمنی کے اثر نے زبردستی سلطان اور ترک قوم کی مرضی کے خلاف جنگ میں کھینچا ہے۔ سلطان کو جنگ کی کوئی خواہش نہ تھی۔ ہمارا ملک روس۔ انگلستان۔ فرانس کی طرف سے لڑ رہا ہے (اطالیہ ابھی تک داخل جنگ نہیں ہوا تھا) یہ دونوں حکومتیں یوروپ کی بہترین جمہوری اور آزادی پسند سلطنتوں کے نمونے ہیں۔ کوئی ملک فرانس۔ انگلستان اور روس کی متحدہ قوت کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور اتحادیوں کے لئے کامیابی ایک امر یقینی ہے۔ لیکن اتحادیوں کی کامیابی کے یہ معنی ہیں کہ حریت پسندوں کی اور جمہوریت کی کامیابی ہے اور تمام بڑے اور چھوٹے اقوام کے وجود کا حق ثابت کرنا ہے۔

روس

ہماری متحدہ کوششوں سے جنگ کے فتح کرنے کے بعد روس میں بڑی بڑی اصلاحیں پیش کی جائیں گی۔ اور روس ہی ایک آزاد و خوش ملک ہو جائے گا۔ ہم مسلمان نہ صرف آزاد شہری ہو جائیں گے بلکہ اپنی قومی انجمنوں کے لئے اور اپنی زبان کے لئے اقتدار حاصل کریں گے

اور مجال نہیں کہ وہ ایسے لوگوں سے کہ جنہوں نے ۸ لاکھ ۸۰۰۰۰۰ عمدہ سپاہی مہیا کئے ہیں ان اعتراضات کو باز رکھئے۔ اور رہا ترکی اور خلیفہ کا معاملہ۔ وہ تو جرمنی کی فتح سے بہت نقصان اٹھائیں گے۔ جرمنی سلطان اور ترکی کا بہی خواہ نہیں ہے۔ اور وہ بالفعل ترکی کو اپنے فائدہ کے لئے استعمال کر رہا ہے۔ مگر جب وہ فتحیاب ہوگا تو وہ ترکی کو اور سلطان کو نہ صرف اقتصادی حیثیت سے مغلوب کرے گا۔ بلکہ سیاسی اور تمدنی حیثیت سے بھی مغلوب کرے گا۔ مگر اتحادی حکومتیں ملک گیری کی لڑائی نہیں لڑ رہی ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ آزادی و انصاف اور تمام اقوام کے حقوق برقرار رہیں۔

اور یہ کہ متحدہ ریاستیں۔ انگلستان، فرانس اور روس بڑی بڑی اسلامی ریاستیں ہیں۔ انگلستان کے زیر نگر ۱۰۰۰۰۰۰۰۰ دس کروڑ مسلمان رعایا ہیں اور روس کے ماتحت ۳۰۰۰۰۰۰۰ تیس کروڑ اور فرانس کے ماتحت ۱۲۰۰۰۰۰۰ ایک کروڑ بیس لاکھ اور جب یہ ترکی پر فتح پائیں گے ان ممالک کی حکومتیں ہمیشہ اپنی مسلمان رعایا کے احساسات کا خیال رکھیں گی۔ اور ہر مسلم ملک کے مسلمانوں کی وفاداری کار آمد مدد کو جو جنگ میں انہوں نے دی ہے۔ نہیں بھولیں گے۔ اور اپنی مسلمان رعایا کا سلوک جو دوران جنگ میں رہا ہے وہ انہیں مجبور کریگا کہ فتح حاصل کرنے کے بعد ترکی کے ساتھ رعایت کریں اور خلیفہ کی ذات اور اقتدار کا لحاظ رکھیں۔ لہذا اتحادیوں کی کامیابی کی ضرورت نہ صرف مسلمانان روس کی بہبودی کے لئے ضروری ہے۔ بلکہ خود ترکی کے رہنے والوں کے لئے بھی۔

یہ خیالات جن کو میں مختصراً یہاں ظاہر کر رہا ہوں جو جڑ پکڑتے ہیں اور مسلمانوں کی انجمنوں میں اور اخباروں میں صراحتاً بیان کئے جایا کرتے تھے۔ ان کا بڑا اثر ہوا۔ یہاں تک کہ جنگ کے خلاف نارضامندی بالکل جاتی رہی۔ ہم نہ صرف مسلمان سپاہیوں کو زمانۂ انقلاب تک مطمئن اور منضبط رکھ سکے۔ بلکہ خود دوران انقلاب میں بھی وہ اسی طرح رہے۔ قومی کونسل کا ایک فرمان کافی تھا کہ ۸۰۰۰۰۰ آٹھ لاکھ سے زیادہ سپاہیوں کو میدان جنگ سے واپس بلوا لے

بدامنی کی حالت میں جو افسوس بالشویزم کے انقلاب کی وجہ سے روس میں پھیل رہی تھی۔ وہ اس کام کو بلا خوف و خطر کر سکتے تھے۔

عیسائی سپاہیوں میں اس وقت بے وفائی پھیل رہی تھی۔ مگر مسلمان سپاہی آخر دم تک اتحادیوں کے وفادار رہے۔ بالشویکوں نے جب زبردستی ہتھیار رکھوا لئے۔ ایک مسلمان بھی قطعاً سرخ فوج میں داخل نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ بالشویکوں کی حکومت میں نئے سرے سے بھرتی شروع ہوئی۔ مگر الحمدللہ قومی کونسل کی وجہ سے ہم نے انضباط قایم رکھے اور مسلمان اتحادیوں کے آخر تک وفادار رہے۔

یہ ہے وہ طرز عمل جو مسلمانان روس کا دوران جنگ میں رہا۔ مگر ان کی امیدیں جنگ کے بعد کیا تھیں۔

اس فتح کے بعد مسلمانان روس اپنی قوم کو کامیاب دیکھ کر اپنے حب وطنی کے جذبہ کو مطمئن کرنے کے علاوہ اتحادیوں سے دو قسم کے اخلاقی نعم البدل کے متوقع تھے۔ زیادہ تر دینی قومی آزادی اور دوسرے ترکی کے ساتھ نرمی کا سلوک اور منصفانہ برتاؤ اور ساتھ سلطان کے عزت کے ساتھ پیش آنا وہ یہ خیال کرتے تھے کہ وہ اپنے لاکھوں بچوں کو میدان جنگ میں اتحادیوں کے بچاؤ میں قتل کروانے کے بعد اس بدلے کے مستحق ہوئے ہیں۔

فی الحال کم سے کم مسلمانان روس اپنی پہلی امید میں دھوکا کھائے ہوئے ہیں۔ بجائے آزادی کے وہ نہایت ہی بدترین تشدد میں مبتلا ہیں۔ رہی دوسری امید (یعنی ترکی اور سلطان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ) اس کے بارے میں سارے مسلمانان جہاں کو ایک نہایت ہی (جگر سوز مسئلہ کا سامنا ہے اور یہ تجویز کی جاتی ہے کہ سلطان کو قسطنطنیہ سے نکال) دیا جائے۔ اس شہر سے کہ جس کو تمام مسلمان ایک مقدس شہر مانتے ہیں آپ روس میں ہر جگہ پائیے گا کہ ہر مسلمان کے گھر میں ایک قسطنطنیہ کا فوٹوگراف) (نقشئی نظارہ موجود ہے جس پر آیات کندہ ہیں۔

مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اتحادی حکومتیں ترکوں کو اپنے خرچ جنگ کے ذمہ دار ٹھہراتے ہیں اور یہ کہ وہ غیر ترک کو ٹرکی میں آزادی اور حقوق دینے کا اطمینان دلاتے ہیں۔ لیکن مسلمان ہرگز نہیں سمجھ سکتے کہ کس ضرورت کی بنا پر ان کے خلیفہ کو ان کے دارالسلطنت سے نکالا جا رہا ہے۔ وہ دارالسلطنت کہ جو ہزار مسجد والا شہر مشہور ہے۔ جو اثر کہ اس کی وجہ سے مسلمانان روس پر پیدا ہوگا۔ وہ نہایت ہی اہم ہوگا اور اتحادیوں کے اقتدار اور ہر دلعزیزی کے لیئے نہایت ہی صدمہ پہنچانے والا ہوگا اگر سلطان کو اور ٹرکی کو قسطنطنیہ سے نکالا جائے تو روس کی اسلامی آبادی اور یوروپ و ایشیا میں ایک تہلکہ مچ جائے گا۔ گو اس کے کرنے میں کتنی ہی حفاظت کیوں نہ کی جائے اور کتنے ہی نرمی کے ذرائع کیوں نہ استعمال کئے جائیں۔ حقیقت میں یہ روسی مسلمانوں کے لیئے ایک زبردست ماتم ہوگا۔ اور نہ کبھی مسلمان اس ذلت کو گوارا کر سکتے ہیں۔ اور ہر مسلمان کے دل میں یہ ذلت ایک ایسا زخم (غیر مندمل) ہوگا کہ کبھی بھر نہیں سکتا اور ساری اسلامی دنیا میں ایک ہلچل پڑ جائے گی۔)

اور مسلمان کہیں گے کہ اتحادی ہمیں کیوں سزا دیتے ہیں۔ ہم نے تو انہیں فتح حاصل کرنے میں مدد دی تھی اور مسلمان لیڈران کہ جو مسلمانوں کو دوران جنگ میں اتحادیوں کی طرف سے آتے تھے خلیفہ کو قسطنطنیہ سے نکال لینے کی ضرورت کو نہیں سمجھا سکیں گے۔ علاوہ بریں کوئی مسلمان اس کی کوشش نہیں کرے گا کہ ایک ایسی تائید کی تجویز کرے۔ جو خلیفہ کو اپنے دارالسلطنت سے نکال دے اور اگر اس نے ایسا کیا بھی تو کوئی مسلمان اس کی نہیں سنیگا اس واقعہ کے بعد (اگر یہ واقع ہو جاوے) مسلم دنیا کو اتحادیوں کے موافق لیڈران سابقہ پر سے مجبوراً اٹھ جانا پڑے گا۔ اور وہ اتحادیوں کے خلاف ہر قسم کے مشرقی اتحاد کی مدد کرنے کے لیئے تیار ہو جائیں گے کیا اس قسم کی حالت کا اسلامی دنیا میں پیدا ہو جانا [illegible] خصوصاً اتحادیوں کے خلاف اس وقت جب کہ قسم قسم کی تحریکات و بالشویزم بھی موجود ہے [illegible] ہم [illegible] سمجھتے ہیں کہ اتحادی [illegible]

نہایت ہی قلیل کوشش سے کامیاب ہو سکتے ہیں اور علاوہ اس کے آئندہ کسی نکتہ خیال سے کبھی انگلستان، فرانس اور اطالیہ اور دیگر ممالک متحدہ کو اس سے کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے کہ بالشویزم کے ساتھ ساتھ مسلم دنیا میں بھی ایک ایسا ابال پیدا کر دیا جائے گا گو یہ بالفعل اتحادیوں کے لئے خطرناک نہ ہو۔ کیا یہ ایسے امر پر انکار کرنا نہیں ہے کہ جس کا نتیجہ شاید ہی اتحادیوں کے لئے مفید ثابت ہو۔

یہ تحریک ایک طرف تو دنیائے اسلام میں بے اطمینانی پھیلانے والی ہے۔ اور دوسری طرف چند باقی برسر اقتدار اقوام کے غاصبانہ فرض کو پورا کر رہا ہے۔ ساری دنیائے اسلام کے خلیفہ کو بھگا دینے والے دل شکن تماشے میں مدد دینے کے لئے قابض ہوں گے۔ تیزی سے آئے تھے اور یہ وہی ہیں جو کبھی نہ کبھی قسطنطنیہ پر قابض ہوں گے۔ میں جانتا ہوں کہ ارکان صلح کانفرنس میں میری صدا کے سنے جانے کی کم امید ہے۔ تاہم اگر میں اس وقت بول رہا ہوں تو اس لئے کہ یہ میرے لئے اپنے ضمیر کی بات ہے کہ میں ....!

مسلمانان یورپی روس و سائبیریا کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے خلافت کے ایسے نازک موقع پر ان کے خیالات سے کانفرنس کو مطلع کروں اس سوال پر (جو نہایت ہی دردناک اور نازک ہے) گفتگو کرتے ہوئے اس خالص غرض سے کہ کانفرنس کے سامنے مسلمانان یورپین روس و سائبیریا کے سچے اور مخلصانہ خیالات کو پیش کروں مجھے احساس ہے کہ میں نہ صرف مسلمانوں کی بہبودی کے لئے اس وقت کام کر رہا ہوں بلکہ یہ کام اسی درجہ تک اتحادیوں اور تمدن کے حق میں مفید ہے ایک مذہبی فرض ہونے کی وجہ سے اور دنیا میں امن و تمدن قائم رکھنے کی نیت سے میں مسلمانوں کو خاموشی کے ساتھ تکلیف برداشت کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ مگر آپ لوگوں کو مسلمانوں کی خاموشی سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے چند خاموشیاں ہیں جو بہت شور مچاتی ہیں۔ لہٰذا میں اس اپیل کو بنام کانفرنس ختم کرتا ہوں کہ ....! مسلمان روس و سائبیریا کی درخواست قبول کی

جائے کہ کانفرنس سلطان اور ترکوں کو قسطنطنیہ اور ترکی صوبوں سے اخراج کے خیال سے دست بردار ہو جائے کیونکہ مسلم نقطۂ خیال سے نہ صرف ظالمانہ اور غیر منصفانہ بلکہ سیاسیات اصلی اور دنیا کے امن و سلامتی کی خاطر بھی یہ ضروری ہے۔

کریمیا اور خلافت

بحر اسود کے دوسرے کنارے پر یورپ کے ایک گوشہ میں مسلمانوں کی یہ مختصر آبادی ہے جو روس کی سلطنت کا ایک حصہ ہے اور اب آزادی کا خواب دیکھ رہی ہے۔ جمہوریہ کریمیا کے صدر جعفر سعید احمد نے خلافت کی حمایت میں مسلم اوٹ لک میں ایک پُر زور مضمون ہمارے زمانہ قیام یورپ میں لکھا تھا، ان کی بیوی نے خواتین عالم کی گذشتہ کانفرنس میں جو سوئیزرلینڈ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس مسئلہ کے متعلق ایک پُر درد اپیل خواتین عالم کے سامنے پیش کی تھی، ان تقریروں سے ان جذبات کا اظہار ہوتا ہے جو اس چھوٹے سے ملک کے مسلمانوں کے دلوں میں ہے۔

خلافت اور البانیا

یہ چھوٹی سی قوم جو گو یورپ کے ایک کوہستانی گوشہ میں آباد ہے مگر اس جرم میں کہ یہ قائل کلمہ لا الہ الا اللہ ہے اس کی سیاسی آزادی معرض خطر میں ہے اس وقت جب کہ بلقان کی جنگ شروع ہوئی اس نے اپنی آزادی کا اعلان کیا اور یورپ نے اس سے اس وقت بہت کچھ وعدے کئے تھے لیکن تھوڑے ہی دنوں میں جب ان کی آنکھیں کھلیں تو ان کو اپنی اس حرکت پر ندامت ہوئی۔ اس گذشتہ جنگ کے آغاز میں جب اپنی ضرورت کے لئے اتحادی چھوٹی سی چھوٹی قوم کو بھی جرمنی کے خلاف لانے میں ہر قسم کی کوششیں کر رہے تھے، البانیا کو پھر چند جھوٹے سچے وعدوں کا لالچ دلا کر اپنا طرف دار بنایا لیکن جب لڑائی کا پردہ چاک ہوا البانی مسلمان جو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ دہ سالہ مصائب کا اب خاتمہ ہو جائے گا اور ان کی آزادی تسلیم ہو جائے گی ان کو بدستور

مصیبتوں کی زنجیریں اپنے چاروں طرف نظر آئیں۔ یورپ میں البانیا کی طلب آزادی کا جو وفد یورپ آیا تھا۔ اس کے ممبروں سے لندن میں کئی دفعہ ملاقات کا اتفاق ہوا۔ محمد بے کونتیزا جو اس وفد کے رئیس تھے انہوں نے بتصریح بیان کیا کہ البانی مسلمان اب اپنی گذشتہ حالت کو یاد کر کے روتے ہیں۔ اس قوم کو فخر ہے کہ اس نے دولت عثمانیہ کو اپنی قوم میں سے ۲۷ وزرا مختلف اوقات میں دئے ہیں۔

بزرگان ملت! آیئے سنیں کہ اس چھوٹی سی، لیکن اس قدر اہم قوم کا مسئلہ خلافت کے متعلق کیا خیالات ہیں۔

فروری سنہ ۱۹۲۰ء میں پیرس کی صلح کانفرنس کے نام، البانی قوم کے نمائندے لبھری بے نے حسب ذیل یادداشت پیش کی۔

"البانیا" کے کوہستان کے بڑے بڑے سرداران اور البانیا کے با اثر رؤسا کے حکم سے جو بہت سی فتوحات کے بعد دبیرا اور سقوطری کے درمیان البانیا میں پھر دوبارہ متفق و متحد ہو گئے ہیں اور غیر متفق البانیا نے جو فیصلہ کیا ہے۔ اس کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔

"خلیفہ دولت عثمانیہ کے سر پر جو مظالم توڑے گئے ہیں ان سے مسلمانوں البانیا کو صدمہ پہونچا اور اب مسلم البانیا عظیم اور شاندار فرانس کے سامنے اس لئے پیش کرتا ہے کہ وہ خلیفہ کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر سے خطرے کو دور کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے۔

ہم یہاں پر فرانس سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ سب سے پہلے پہل کہ وہ یونان کو دولت عثمانیہ سے جس کی ہم بڑی عزت کرتے ہیں دشمنانہ برتاؤ کرنے پر آمادہ کرنے کا ذمہ لے۔"

قسطنطنیہ جو خلیفہ کا پایۂ تخت ہے اور اسلامی دنیا کی ایک روحانی میراث ہے ہمارے نزدیک ایک مقدس اور متبرک ہے نام نہاد بادشاہ حجاز" نے بزعم خود جو یک طرفہ حرکت کی ہے اس

سے خلافت کے معاملہ میں کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

کیونکہ مسلمانوں کا اتحاد سیاسی نہیں ہے بلکہ مذہبی ہے مسلمانوں کے اس بین الاقوامی خلافت کو تسلیم کرنا اور دولت عثمانیہ سے جنگ کے پہلے [illegible] کو باقی رکھنا ہی ایک خاص ذریعہ ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اتحادیوں کے خلاف تحریک کے انسداد کے لئے اخلاقی نظام قائم رکھا جا سکتا ہے جو سلطان خلیفہ کی کمزوری کی حالت میں ایشیا میں یا افریقہ میں پیدا ہو سکتا ہے اور جو نہایت خطرناک ہوگا۔

آج یہ ایک ایسا موقعہ ہے کہ خلیفہ اور دولت عثمانیہ کی دینی عظمت میں بحیثیت ایک متصرف طاقت کے عام فائدے کے لئے استعمال کیا جائے نہ یہ کہ اس کو ذلیل کر کے مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بقا اور حفاظت کے لئے آخری جان توڑ کوشش کرے جس کے نتائج بہت ہی خطرناک اور پیچیدہ ہوں گے۔

علاوہ بریں ہم البانیوں نے سلطنت کے لئے ۳۷ وزیر اعظم پیدا کئے جن کا شمار سلاطین اعظم کے شمار کے برابر ہے تاریخ عثمانیہ کی ساخت میں بہت بڑا حصہ لیا ہے اور ان البانی وزیران اعظم نے اس شاندار اور قدیم فرانسیسی عثمانی اتحاد کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ البانیوں ہی کی وجہ سے یہ سہر اسر یند ہا وزیر سلطان مراد الثالث نے یونانی فرانسیسی اور رسیلز اتحادیوں کی دھمکی دی تھی جن کی سپیر لسٹڈ لیگ ....

عثمانی ہنٹر لینڈ سمرنا جو خالص اسلامی ہے اور جہاں کے مسلمان اس وقت نشانہ مصیبت ہیں ضرورت اس وقت اس کی ہے کہ وہاں طبی امداد بہم پہنچائی جائے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہاں فوجی کارروائی کی جائے ....

مشرقی دائمی صلح کی بنیاد اسی پر منحصر ہے۔ قدیم عثمانی البانیہ کے عادت سابقہ کے مطابق ہمارے غیر مسلم بھائی بھی ہمارے مذہبی احساسات کا پاس کرتے ہیں۔ باوجود اس کے البانیہ دولت عثمانیہ کے جزو میں نہیں ہے مگر وہ اس سے کہیں زیادہ ملا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ تعلق خالص مذہبی

احساس پر مبنی ہے سیاسی تعلق پر نہیں ....

فرانس نے جو ترکی کے ساتھ بہادرانہ سلوک کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ہم یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس امر کا اظہار کریں کہ ہم اس کے منصفانہ طبیعت پر بھروسہ کرتے ہیں اور یہ امید کرتے ہیں کہ ترکی کے اناطولیہ کے گہوارے کو اور اس کے یوروپین سرحدوں کی عزت کو ترکی کو واپس دلائینگے اور غیر مشرقی مسلمان کی مدد کریں گے۔ جن میں البانیہ سب سے زیادہ مغربیت رکھتا ہے اور یوروپین ہے۔

دستخط کنندہ ان الفاظ کے منتظم کرنے کی درخواست کرتا ہے کہ حالت اصلی میں غور کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ذیل کے دو حقیقتوں پر غور کرے۔

(۱) کہ ترک وہ قوم ہے کہ بغیر آزادی کے زندہ نہیں رہی۔

(۲) اور وہ کبھی نہ کبھی اس ملک سے جو ان سے چھین لیا گیا ہے۔ ہمیشہ ہجرت کر جاتے ہیں تاکہ غلامی سے بچیں۔

لہٰذا اس سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ چونکہ اب یہ ترکی کے بقیہ صوبہ مختلف اقوام عثمانیہ کا آخری مامن رہا ہے اس لئے انقطاع کا سوال آتا ہے تو تھریس اور اسی قدر اہمیت کیساتھ قسطنطنیہ اور اناطولیہ میں وہ مقدونیہ کی طرح ہیں کہ ان ملکوں کے انقطاع کو وہ خاموشی سے قبول کریں۔ اس قسم کی سربریدگی سے اہم پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔ اس کا روا رکھنا گویا ان ہولناک غیر معلوم نتائج کو دعوت دینا ہے کہ جن کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا ہے۔ ایک ایسی خطرناک اہمیت ہے کہ جو دو مختلف راہوں کو کھول دیتا ہے جو سارے ایشیائی سیاسی آسمان کو تاریک کر دے گی۔ جس کا معنوی اثر یہ ہوگا کہ ایشیا و افریقہ میں متحدہ طور پر اضطراب پیدا ہوگا۔

کیوں نہ دنیا کو اس مہلک عذاب سے بچایا جائے۔

دستخط کنندگان بحیثیت ایک سوسائٹی کے معمولی ممبر کے ایک سیاسی اور صاحب تدبیر ہونے کی حیثیت میں یہ یقین رکھتا ہیں کہ آپ صلح کانفرنس کے اجلاس میں اس تحریک کو عمدہ پیرایہ میں

پیش کریں گے۔ (مسلم اوٹ لک نمبر ۲۰)

چین اور خلافت

بزرگان ملت! اب میں آپ کے سامنے اس ملک کے مسلمانوں کے جذبات کی کچھ تشریح کرنا چاہتا ہوں جہاں کے مسلمانوں کے حالات کا نہ صرف ہمکو بلکہ دنیا کو بہت کم علم ہے۔ میری مراد چین سے ہے۔ مسلمانان چین کے مسئلہ خلافت کے متعلق جذبات وخیالات سے بہت کم واقفیت کے ذرائع موجود ہیں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے قبضہ میں روشنی کی چند کرنیں موجود ہیں سب سے پہلا وہ بیان ہے جو صدر جمہوریہ چین سن ڈویٹ نے اتحادیوں کے دعوت شرکت جنگ کے جواب میں ظاہر کیا تھا۔ اتحادیوں نے چین سے خواہش کی تھی کہ جرمنی کے مقابلہ میں اعلان جنگ کرنے کے ساتھ ہی ترکی کے مقابلہ میں بھی اعلان جنگ کرے اور اپنی فوجیں مشرقی وسطی کے میدان جنگ میں بھیجے صدر جمہوریہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہمارا ملک جن پانچ عناصر سے مرکب ہے ان میں ایک بڑا حصہ مسلمانوں کا ہے جو کبھی بھی اپنے دینی بھائیوں اور خلیفہ اسلام کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کے لئے آمادہ نہ ہوں گے۔

اس کے بعد ہم کو عیسائی مشنری دوستوں کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان میں خلافت اسلامیہ کی ہمدردی کا جوش پیدا ہے اور انہوں نے اس کے لئے مسلمانان چین کا ایک اجتماع بھی فراہم کیا۔ پیرس میں وفد خلافت نے مختلف ملکوں کے مسلمانوں کا جو جلسہ منعقد کیا تھا اس میں پیرس کے چینی مسلمان تاجر بھی دوسرے ملکوں کے مسلمان بھائیوں کے دوش بدوش کھڑے تھے۔

حضرات ایشیائے وسطی میں جو مسلمانوں کا پرسکون سمندر ہے۔ آپ اخبارات کے کالموں میں پڑھتے رہے ہوں گے کہ اب اس ساکن سمندر میں خطرناک تلاطم برپا ہے۔

قفقاز و ترکستان و آذربائجان

قفقاز وترکستان وآذربائجان کے مسلمانوں کے جذبات عام اخبارات کے علاوہ اُن

انجمنوں اور کانفرنسوں کی رودادوں سے ظاہر ہیں جو باکو وغیرہ میں منعقد ہوتی رہتی ہیں۔ قفقاز ترکستان و آذربائیجان کے مسلمانوں میں اتحادیوں کے خلاف جو جوش بالشویکوں نے پیدا کر دیا ہے اس کا باعث اتحادی قوموں کا وہ ناعاقبت اندیشانہ عمل ہے جو مسئلہ خلافت کے متعلق وہ برت رہے ہیں، اور یہی بڑا مصالحہ ہے جس کو بالشویک نہایت چالاکی سے ان مسلمان ممالک میں پھیلا کر اتحادیوں کے خلاف ایشیائے وسطیٰ کے ان عظیم الشان خطوں میں آگ لگا رہے ہیں، ان ملکوں کے مسلمانوں میں بالشوزیم کو جو ہر دل عزیزی حاصل ہو رہی ہے اس کا راز لوگ ماسکو میں تلاش کرتے ہیں حالانکہ اس کو پہلے لندن اور پیرس کے وزارت خانوں میں تلاش کرنا چاہئے۔ آذربائیجان جو مستقل آزادی حاصل کر کے ۱۹۱۹ء میں اتحادیوں سے معاہدہ کر چکا تھا اور اتحادیوں نے بھی اس کی آزادی کو سرکاری طور سے تسلیم کر لیا تھا کیا سبب پیش آئے کہ ۱۹۲۰ء میں آغا خاں کے سمجھانے پر بھی اس نے اتحادیوں کے رشتہ محبت کو توڑ کر سودیٹ روس کے دامن میں پناہ لی صرف اس بیدردی کے نظارے کو دیکھ کر جو اتحادی باسفورس کے دنیائے اسلام کو دکھا رہے ہیں۔ توپچی باشیف صدر آذربائیجان اور مفتی زادہ رکن جمہوریہ کے خیالات آپ کے وفد خلافت کو اچھی طرح معلوم ہیں۔

افغانستان

دنیائے اسلام کے دور دراز حصوں میں پھر پھرا کر اب آخر ہم کو اپنے ہمسایہ ملک افغانستان کی سیر کرنی چاہئے۔ امرائے افغانستان پر سلاطین کا جو اقتدار و اثر تھا اس کی بہترین مثال ذیل کا واقعہ ہے۔

۱۸۷۷ء میں امیر شیر علی انگریزوں کے خلاف جہاد کی تبلیغ کر رہے تھے، سرحدوں پر ان کی فوجیں جمع ہو رہی تھیں۔ اسی اثنا میں سلطان کی طرف سے ایک قاصد افغانستان آیا جس نے امیر کو اس اعلان جہاد سے باز رکھا۔ امیر عبدالرحمان مرحوم تزک (ج ۲ ص ۲۵۶) میں

لکھتے ہیں۔

“۱۸۷۷ء میں جب کہ امیر شیر علی خاں انگریزوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر رہے تھے اور سرحد ہند پر فوج جمع کر رہے تھے۔ ایک مسلمان ان کے دربار میں آیا جو سلطان روم کا پیغامبر (فرستادہ) تھا، اور اس نے انہیں جہاد سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اسی کوشش کی وجہ سے امیر نے سرحد پر فوج جمع کرنا موقوف کر دیا۔ اور اس تغیر کو یکایک امیر کے دل میں انگریزوں کے موافق پیدا ہوا اور جو کہ سلطانی وکیل کے اثر کا نتیجہ تھا گورنمنٹ ہند نے بھی معلوم کیا اور دیکھا”

کیا اس سے زیادہ کوئی بیّن ثبوت اس امر کا مل سکتا ہے کہ افغانستان میں سلاطین عثمانیہ کی خلافت کا کس درجہ گہرا اعتقاد تھا۔ اس نے جب امیر شیر علی خاں کی اس روش کو جو سفیر سلطانی کے پیام سے پیدا ہوئی تھی۔ دیکھا تو اس اثر کو توڑنے کی اس سے بہتر کوئی صورت اُس کو نظر نہ آئی کہ امیر موصوف کی نگاہ میں اس سفیر کا خلیفۃ المسلمین کی طرف سے آنا مشتبہ کر دیا جائے، یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ روس کے خیال میں بھی سلطان کی مذہبی عظمت کا سحر بغیر اس کے ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔

آج سے دس بارہ سال پہلے جنگ طرابلس و بلقان میں جب امیر حبیب اللہ خاں زندہ تھے افغانستان کے مسلمانوں نے اور خود امیر مرحوم نے جس فیاضی سے مالی اعانتیں جمع کی تھیں اور خلافت اسلامیہ کے ساتھ اپنی گہری عقیدت کے اظہار میں جو تقریریں فرمائی تھیں شاید آپ میں سے اکثر حضرات کو یاد ہوں۔ اس موجودہ جنگ کے ہنگامہ میں افغانستان میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے۔ وہ اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ مسئلہ خلافت اسلامیہ اور حرمت مقامات مقدسہ کے متعلق اس چھوٹی لیکن بہادر قوم کے کیا جذبات ہیں۔ جن لوگوں کو افغانستان کے جدید اخبارات امان افغان اور اتحاد مشرقی وغیرہ کے مضامین پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے پاس کے ملک میں کیا ہو رہا ہے ابھی چند مہینے ہوئے کہ شہریار غازی امیر امان اللہ خاں نے اپنے والد مرحوم کی برسی کے دن جو پر اثر تقریر کی تھی ان مسائل

کی نسبت ان کے اور ان کی قوم کے جذبات اس میں اس درجہ آشکارا تھے کہ وفد خلافت نے مناسب سمجھا کہ اس نطق ہمایوں کو انگریزی و فرنچ اور ترکی و عربی تراجم کے ذریعہ سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچا دیا جائے۔ سردار علی محمود طرزی نے منصوری کانفرنس کے موقع پر جس تصریح کے ساتھ مسئلہ خلافت کے متعلق اظہار خیال کیا تھا۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ افغان قوم آج اپنے تمام ضروری مسائل و مہمات میں اس مسئلہ کو سب سے مقدم اور اہم سمجھ رہی ہے اور اپنی طاقت بھر جد و جہد میں مصروف ہے،

جزائر ہند

ہمارے ملک کے قریب چھوٹے چھوٹے جزیروں کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے جس میں ۲ کروڑ مسلمانوں کی آبادی بستی ہے ان جزیروں میں سے سنگاپور، جاوا، سماٹرا مشہور مقامات ہیں، ہندوستان کی طرح دو صدیاں گذریں کہ ڈچوں نے یعنی ہولینڈ کے باشندوں نے ان میں سے اکثر جزیروں پر قبضہ کر لیا، ڈچ لوگ ان جزیروں پر جس بیدردی سے حکمرانی کر رہے ہیں، اس کی جو داستانیں ہم نے اس سفر میں سنی ہیں، ان کو بیان کرتے ہوئے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، مجھ سے سنگاپور کے ایک مسلمان طالب علم نے بیان کیا کہ ایک سیاح ان مقامات میں اس تحقیق کے لئے گیا تھا کہ ڈچوں کا برتاؤ اس ملک کی رعایا کے ساتھ کس قسم کا ہے، جب اس نے ایک محلہ میں جا کر لوگوں سے دریافت کرنا شروع کیا تو انہوں نے ایک بوڑھیا کا پتہ دیا کہ اس سے جا کر پوچھو، جب سیاح اس کے پاس پہنچا تو اس سے کہا کہ اس کا جواب میری لڑکی کی صورت حال دے گی، چنانچہ اس نے اپنی دو لڑکیوں کو بلوایا اور ان کو اپنا نقاب اتارنے کا حکم دیا تو اس سیاح نے دیکھا کہ لڑکیوں کے خوبصورت چہرے قطع و برید کے زخم سے داغدار ہو گئے ہیں۔ بڑھیا نے کہا کہ ان کی یہ بھدی شکل کسی دشمن نے نہیں بنائی بلکہ میں نے خود اپنے ہاتھ سے بنائی ہے، تاکہ ان کی عصمت کا جوہر ڈچ سپاہیوں کی دست درازی سے محفوظ رہے۔

بہر حال یہ تین کروڑ کی بدقسمت آبادی بھی ہندوستان کی طرح قسطنطنیہ ہی کو اپنی امیدوں کو مرکز جانتی ہے جب سے عرب، شام اور حرمین کے ممبروں پر سلاطین بنی عثمان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا ہے، ان جزائر کے مسلمان بھی اُن کی خلافت کو تسلیم کرتے ہیں، بارہویں صدی ہجری کے اوائل میں یعنی آج سے تقریباً سوا سو برس پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک مسلمان سیاح جس نے ان جزائر کی اس زمانہ میں سیر کی تھی وہاں کے حالات کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہاں کے مسلمان سلاطین روم کے لئے اپنے خطبوں میں دعا مانگتے ہیں اور وہاں کے حالات سے بہت باخبر ہیں اور حج کے لئے بکثرت جاتے ہیں،، ان جزائر کی یہ کیفیت آج کے دن تک یہی ہے، اس ملک کا ہر مسلمان اپنی کمائی کا سب سے پہلا مصرف سفر حج کو جانتا ہے، اور اس وقت تک کوئی نوجوان کسی بیوی پانے کی اہلیت نہیں رکھتا جب تک اس کے مفاخر کی فہرست میں حاجی ہونا داخل نہ ہو۔ اس کثرت سفر کا یہ نتیجہ ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کو خلافت اسلامیہ کے ساتھ نہایت گہری ہمدردی اور عقیدت ہے جنگ بلقان کے موقع پر یہاں سے چندوں کی کثیر رقم قسطنطنیہ بھیجی گئی تھی، یہی وہ زمانہ ہے جس نے اُن کے دلوں کو اتحاد کی نعمت سے مامور کیا۔ اور انہوں نے انجمن شرکتہ الاسلام کی بنیاد ڈالی، جس کے ممبروں کی تعداد ہزاروں سے زیادہ ہے، اور جس کی خصوصیت یہ رہی ہے کہ وہ ہمیشہ قید و حبس سرکاری کے اعزاز سے متمتع کیا جاتا ہے، الاقبال یہاں کا عربی اخبار ہے جس کے صفحات میں موجودہ مسائل کے جد وجہد کی کیفیتیں چھپتی رہی ہیں، دنیائے اسلام کے دیگر حصوں کی طرح یہاں بھی موجودہ مصائب نے جوش وخروش پیدا کر دیا ہے، حالانکہ گذشتہ جنگ میں ہولینڈ یورپ کی اس عالمگیر جنگ کے شعلوں سے محفوظ تھا۔ وہ فریقین میں کسی کا طرفدار نہ تھا، تاہم مسلمانان جاوہ نے ہولینڈ اپنا وفد بھیجا کہ اس سے خواہش کی جائے کہ موجودہ مصائب میں وہ اپنی مسلمان رعایا کی طرف سے اتحادیوں کو خلافت کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنے کی سفارش کرے اور جب وفد کو اس میں ناکامی ہوئی تو ملک کے سیاسی انقلاب کا تخیل لیکر وہ واپس آیا ہے

یہ وہ واقعات ہیں جو مجکو انہیں ممالک کے مسلمانوں سے ملکر معلوم ہوئے ہیں۔

بزرگانِ ملت و عزیزانِ وطن! مشکور ہوں کہ اس طویل اور خشک داستان کو آپنے صبر و سکون سے سُنا دنیائے اسلام کے ایک ایک گوشہ سے ان حالات کے جان لینے کے بعد، ان واقعات کے متعدد نتائج آئینہ کی طرح آپ کے سامنے روشن ہو گئے ہوں گے۔

(۱) آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ ان موجودہ مصائب نے دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں آگ سی لگا دی ہے، عالم اسلامی کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں خلافت اسلامیہ کے مصائب و آلام نے دلوں میں جوش عمل، غیرت ملی اور حمیت احساس پیدا نہیں کر دی ہے، دنیائے اسلام کا چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ آج لرزش اور زلزلہ میں ہے، اور اپنے ماضی پر نادم اور مستقبل کیلئے متفکر ہے،

(۲) اگر آپ نے پوری توجہ اور کامل التفات کے ساتھ میری گذارشوں کو سُنا ہے تو آپنے خیال کیا ہو گا کہ ہندوستان کی طرح دنیائے اسلام کے اور حصے اور خطے جو دول اتحادیہ میں سے کسی ایک کے بھی ماتحت ہیں انہوں نے خلافت اسلامیہ کے تمام مصائب کا ذمہ دار اور حقیقت خود اپنی غلامیوں اور محکومیوں کو قرار دیا ہے، اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں اگر ہم خلافت اسلامیہ کو قائم اور باقی اور مقامات مقدسہ کو محترم اور محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ہم غیروں کی غلامی اور محکومی سے اپنے کو آزاد کر دیں اور ان زنجیروں اور بندشوں کو کاٹ ڈالیں جس نے ہم کو اپنے ضمیر و ایمان کے خلاف خود اپنے بھائیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کرنے پر مجبور کیا یہی احساس ہے جو آج مصر، تونس، الجیریا، جاوا اور ممالک روس میں پیدا ہو گیا ہے، اور اسکا اثر یہ ہوا کہ مصر کے مسلمانوں نے اپنے عیسائی ہموطنوں اور مغرب کے مسلمان اپنے یہودی ہمسایوں سے مصالحت کر لینے پر مجبور ہو گئے ہیں، پس آج جو کچھ ہندوستان میں ہو رہا ہے دنیائے اسلام میں کوئی انوکھی اور نئی اور عجیب بات نہیں ہے، مسلمان ہند بھی اب اپنی غفلتوں سے چونکے ہیں، اپنے مرض کا انہیں احساس ہوا ہے اور وہی علاج اور تدبیر انہیں بھی موثر نظر آتی ہے جو انکے کروڑوں مسلمان بھائیوں کو دنیا کے دوسرے حصوں میں نظر آتی ہے، اور ہم سبکو بھی متوکلاً علی اللہ یہی اور صرف یہی ایک کام انجام دینا ہے، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین